© rasailojaraid.com

فقہ النعت

نعت کے حوالہ سے شرعی معیارات کی پرکھ کے اصول

(قسطِ دوم)

ڈاکٹر عزیز احسن

فقہ لغوی اعتبار سے سمجھ بوجھ اور بصیرت کا نام ہے ۔نعت ، رسول اکرم ﷺ کے اوصاف وکمالات کے بیان کا نام ہے ،حضور کے اوصاف وکمالات کو پوری سمجھ بوجھ اور بصیرت سے بیان کرنا نعت گوشاعر کی شرعی ذمہ داری ہے ۔جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب نے نعت گوشعراء کی توجہ اپنے درج ذیل مقالہ میں باحسن وجوہ اس ذمہ داری کی جانب مبذول کرانے کی کوشش کی ہے ۔مقالہ طویل ہونے کے باعث ہم اسے قسط وار پیش کریں گے ۔قسط اول شمارہ جولائی میں شائع ہوچکی اب قسط دوم مطالعہ فرمایئے اوراپنی آراء سے بھی مستفید کیجیے ۔

نعت میں حدیثِ قدسی سے انحراف کی مثال:

حدیثِ قدسی وہ حدیث کہلاتی ہے جوقرآنِ کریم کا حصہ نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی تلاوت قرآنِ پاک کی طرح کی جاتی ہے ۔لیکن

اس حدیث کا ''متن'' اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے ۔یعنی :

''حدیثِ قدسی وہ کلام ہے جس کے الفاظ تو رسولِ اکرم ﷺ کے ہوں اوراس کے معانی الہام یا خواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بتلائے ہوئے ہوں''۔(۲۰)

اس وضاحت کے بعد یہاں ایک حدیثِ قدسی نقل کی جاتی ہے:

''کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ عَنْ اُعرِفَ فَخَلَقتَ الخَلق'' (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو خلق کو پیدا کیا میں نے)''۔(۲۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے لیے ''چھپا ہوا خزانہ'' کے الفاظ آئے ہیں۔اس حدیث کا علم ہمارے شعراء کو بھی ہے۔لیکن بعض شعراء، حضورِ اکرم ﷺ کی ذات کو درجہء الوہیت پر فائز دیکھنے اور دکھانے کی آرزو رکھتے ہیں۔اسی لیے وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں ایسی بات کہہ جاتے ہیں جس سے ان کی تمنا بھی پوری ہو جائے اور نبی علیہ السلام کو، براہِ راست ''الہٰ'' کہنے کی تہمت سے بھی بچ سکیں۔ایسی ہی ایک کوشش ملاحظہ ہو:

''آپؐ سے ظاہر ہوا ہے حسنِ ربِ ذوالجلال
کنت کنزاً کا خزانہ آپؐ ہیں بس آپؐ ہیں'' (۲۲)

اس شعر میں شاعر نے ''کنت کنزاً کا خزانہ'' کہہ کر ''اللہ رب العزت'' کے بجائے نبیِ کریم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کو مخاطب کیا ہے۔نعتیہ شاعری میں اس طرح کے مضامین باندھنا کوئی مستحسن عمل نہیں ہوسکتا۔اس سے اجتناب ضروری ہے۔

حدیثوں کی صحیح روایت کے بجائے خیالی مضمون باندھنے کی مثال:

بخاری، مسلم، بیہقی، ترمذی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ روایات نقل کی ہیں جن کی رو سے آپ ﷺ کے ''دونوں شانوں کے درمیان بلند گوشت تھا''، یہ مہرِ نبوت تھی۔(۲۳)

ان روایتوں کے برعکس شاعر نے مہرِ نبوت کا مضمون اس طرح باندھا ہے:

سرکارؐ کی جبیں پہ رسالت کی مہر تھی
سینے پہ ثبت ختم نبوت کی مہر تھی (۲۴)

ظاہر ہے یہ تخیلاتی شعر ہے اور حقیقت سے بہت دور جا پڑا ہے۔

خیال کو واقعہ بنا کر پیش کرنے کی مثال:

ایسے اشعار پیش کرنے سے پیشتر ڈاکٹر عندلیب شادانی کا عام شاعری پر تبصرہ ملاحظہ ہو۔وہ لکھتے ہیں:

''معاد کا عقیدہ تو اکثر مذاہب میں پایا جاتا ہے لیکن قیامت کب آئے گی اس کی تعیین کسی نے نہیں کی......ہمارے شعراء خصوصاً چوٹی کے غزل گو جس درجہ حساس واقع ہوئے ہیں، وہ ظاہر ہے۔بھلا ان سے اس غیر معین حالت کی برداشت کہاں ممکن تھی اور وہ کب تک انتظار کرسکتے تھے۔اس لیے انھوں نے اپنی خیالی دنیا بنائی اور اس دنیا میں پہنچنے کے لیے فرضی طور پر یا تو جلاد محبوب کی چھری سے ہلاک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے یا پھر اس کے جور و ستم کے باعث ایڑیاں رگڑ رگڑ کے جان دیدی۔ پھر قیامت قائم کی۔ حشر و نشر کے سامان ہوئے ۔خدائی دربار سجایا اور داورِ محشر کے سامنے فریاد لے کر پہنچے۔ چوں کہ یہ حضرات شاعر ہونے کی حیثیت سے گویا ایک ہی ''امت'' کے افراد ہیں۔ اسی لیے حشر میں سب کو تقریباً ایک ہی قسم کے واقعات پیش آتے ہیں''۔(۲۵)

ڈاکٹر عندلیب شادانی نے غزل کے ایسے اشعار پر طنز کیا ہے، جو حشر میں عاشق کی فریاد پیش ہونے پر محبوب کے خجل ہونے کے تخیلاتی مضامین کے حامل تھے۔ ایسے مضامین باندھنا روایتی غزل گوؤں کا بھی شعار رہا ہے اور جدید دور میں بھی کہیں کہیں یہ مضامین نظر آجاتے ہیں۔ اس کے باوجود غزل میں تخیلاتی شاعری کرنا، واقعاتی حوالے سے کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو، بہت زیادہ معیوب نہیں ہوتا۔ لیکن نعت ایک مقدس صنفِ سخن ہے۔ یہاں بیان کی صداقت لازمی ہے۔ چاہے وہ لمحاتی صداقت ہی کیوں نہ ہو۔ شعر گوئی کے وقت جو کیفیت شاعر پر غلبہء عشقِ رسول ﷺ کی طاری ہوجائے وہ بھی لمحاتی صداقت کے ذیل میں آتی ہے۔ چنانچہ اس خاص کیفیت کے اظہار کو بھی صداقت ہی کے طور پر قبول کیا جانا چاہیے۔ تاہم اس لمحاتی کیفیت کو اسی دنیاوی زندگی کا عکاس ہونا چاہیے۔ حشر و نشر کے تخیلاتی بیان کو واقعاتی سطح پر بیان کرنے سے گریز لازم ہے۔ ورنہ شاعر خواہ مخواہ دروغ گو قرار پائے گا۔ ایسی باتوں پر عاقبت میں گرفت بھی ہوسکتی ہے۔ درجِ ذیل اشعار پر ذرا غور فرمائیے:

''دفن کر کے جب مرے احباب آقا ﷺ چل دیئے
آ کے جلوؤں سے لحد کو جگمگایا شکریہ

پیاس ابھی بڑھنے بھی پائی تھی نہ میری حشر میں
جام کوثر تم نے خود آ کر پلایا شکریہ

عیب محشر میں کھلا ہی چاہتے تھے میں نثار
ڈھک کے پردہ اپنے دامن میں چھپایا شکریہ

سوئے دوزخ جب ملائک مجھ کو لے کر چل دیئے
میں ترے صدقے مجھے آ کر چھڑایا شکریہ

شکریہ کیوں کر ادا ہو آپ کا یا مصطفیٰ ﷺ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ پڑوسی خلد میں اپنا بنایا شکریہ (۲۶)

درجِ بالا اشعار خالصتاً تصوراتی واقعات پر مبنی ہیں۔شاعر کا اس دنیا سے رخصت ہوکر لحد میں چلے جانا اور وہاں حضور ﷺ کا جلوہ افروز ہونا۔شاعر کا یومِ حشر حضورِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک سے کوثر کا پیالہ پینا۔شاعر کے عیبوں کی ستر پوشی کرنا۔شاعر کے بارے میں دوزخ کا فیصلہ ہوجانا اور حضورِ اکرم ﷺ کا شاعر کو فرشتوں کے چنگل سے چھڑانا۔حضورِ اکرم ﷺ کا شاعر کو اس سخت گھڑی میں سہارا دینا اور جنت میں لے جاکر اپنے پڑوس میں جگہ عطا کرنا۔۔کیا یہ سب کچھ وقوع پذیر ہوچکا ہے؟۔۔۔جواب نفی میں ہی ہوگا!۔۔۔پھران احوال کو اس طرح بیان کیوں کیا گیا کہ شاعر پر گزرے ہوئے واقعات معلوم ہوں؟۔۔۔اس کی وجہ شاعر کی نفسی کیفیت ہے اور کچھ نہیں۔ہوسکتا ہے شاعر نے کوئی خواب دیکھا ہو۔یہ بھی ہوسکتا ہے اور یہ زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ شاعر نے اپنے احوال کا تصوراتی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہو!۔۔۔بہر کیف ، کچھ بھی ہو، بیان میں صداقت کا عنصر قطعی نہیں ہے۔شاعر ابھی اسی دنیائے آب وگل میں ہے تب ہی تو شاعری کررہا ہے۔۔۔اوراس دنیا میں یہ تمام احوال پیش آنا ممکن نہیں ۔

ان تمام اشعار میں کوئی قرینہ نہ تو خواب کا ہے اور نہ ہی شاعر کی تمنا کا اظہار ہوا ہے۔اگر شاعر اپنی تمنا کا اظہار کرتا تو صیغہء مستقبل میں بات کرتا اور درخواست کرتا ہوا نظر آتا کہ آقا ﷺ! مجھے آپ کی ذاتِ والا صفات سے ایسی ایسی عنایات کی توقع ہے!اے کاش ایسا ہوجائے!

تمام اشعار میں شاعر حضور ﷺ سے براہِ راست مخاطب ہے اور عنایاتِ خسروانہ پر آپ ﷺ کا ''شکریہ'' ادا کررہا ہے۔شکریہ نعمتیں حاصل ہوجانے کے بعد ادا کیا جاتا ہے۔۔۔اور یہاں یہ تمام نعمتیں ابھی شاعر کو حاصل ہی نہیں ہوئی ہیں۔۔۔ایسی صورت میں شاعر نے غیر ارادی طور پر حضورِ اکرم ﷺ کا شکریہ ادا کرکے اپنے لہجے کو [نعوذ باللہ] طنزیہ بنالیا۔کیوں کہ زندگی میں پیش آنے والے معاملات میں ، اکثر وبیشتر اپنی توقعات پوری نہ ہونے پر طنزاً شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔نیتوں کا حال تو اللہ جانتا ہے۔ہم تو صرف ظاہر پر حکم لگاسکتے ہیں۔حدیث شریف ہے ''نحن نحکم بالظاھر واللہ یتولی السرائر'' (ہم ظاہر پر حکم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سرائر کا ذمے دار ہے،یعنی باطن سے اللہ واقف ہے)۔

اس موقع پر ایک بات اور صاف کرتا چلوں۔بعض لوگ صوفیانہ شطحیات کے اظہار میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے باک ہوتے ہیں۔شطحیات کیا ہیں؟ یہ جاننے کے لیے ہم نے سرِ دلبراں دیکھی تو وہاں لکھا ہے:

''شطحیات: جمع ہے شطح کی۔یہ وہ کلمات ہیں جو صوفیائے کرام کی زبان سے مستی وشوق وغلبہء حال میں بے اختیار صادر ہوجاتے ہیں۔جو بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں مگر باطناً کسی سِرّ کی جانب ان میں اشارہ ہوتا ہے۔گو ہر شخص ان اشارات کو صحیح طور پر سمجھ نہ سکے۔اس قسم کے کلمات کے متعلق مشائخین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روش یہ ہے کہ انھیں نہ رد کرتے ہیں نہ قبول، تاوقتیکہ سمجھ نہ لیں''۔(۲۷)

شاہ سید محمد ذوقیؒ کی درجِ بالا عبارت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم شاعر کے اشعار کو نہ تو قبول کرتے اور نہ ہی رد کرنے کی جسارت کرتے۔۔۔لیکن یہ معاملہ کائنات کی سب سے سچی اور بعد از خدا بزرگ ہستی جنابِ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حوالے سے نہ صرف بیان ہوا تھا بلکہ مشتہر بھی ہوا (کسی کتاب کی طباعت کا مرحلہ بقائمِ ہوش وحواس، ہی پیش آتا ہے)اس لیے ہم پر لازم ہوگیا کہ اس کی طرف کچھ تنقیدی اشارے کردیں تاکہ کتاب پڑھنے والوں اور عوامی سطح پر ان اشعار کو دہرانے والوں پر حقیقتِ حال کھل جائے۔شعراء بھی اپنی شاعری میں ایسی باتوں کے اظہار سے گریز کریں اور نقادانِ فن بھی ایسے معاملات میں چوکنے رہیں۔

ایک شاعر نے حضورِ اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کے غم کی کیفیت کا خیالی بیان شعروں میں ڈھالا ہے اور ان کو دلاسہ دینے کے لیے حضور ﷺ کی صداؤں کا بار بار آنا ذکر کیا ہے۔ان صداؤں کا سنا جانا ممکن تو تھا لیکن یہ کسی مستند حدیث میں مذکور نہیں۔ثانیاً ان صداؤں میں جو تمنائیں اظہار پذیر ہوئی ہیں وہ مزاجِ نبوت سے متصادم ہیں۔عجیب بات کہ شاعر نے تخیلات کی دنیا سجاتے ہوئے اپنی عاقبت کا بھی خیال نہیں رکھا۔وہ لکھتا ہے:

''کھا کر پچھاڑیں روتی تھیں زہرا جو زار زار
آتی تھیں مصطفیٰؐ کی صدائیں یہ بار بار
بیٹی! مرے کلیجے کے ٹکڑے، ترے نثار
نورِ نگاہ میرے نواسوں سے ہوشیار
مہلت ملے تو دونوں کی شادی رچائیو
دولھا دلھن کو میری لحد پر بھی لائیو(۲۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افسوس !حضورِ اکرم ﷺ کے امتی شاعر، مزاجِ رسالت سے آگاہ نہیں ہوسکے!انہیں نہیں معلوم کہ حضور ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے ناممکن الوقوع باتوں کا صدور نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کا یہ مقام بھی قطعی نہیں ہے کہ وہ بہت چھوٹی چھوٹی خواہشات کا اظہار فرمائیں اور وہ بھی کب، جب اس دنیا سے پردہ فرماجائیں! بھلا ننھے معصوم بچوں کی شادی کا خیال قرینِ قیاس ہوسکتا ہے؟ **لاریب ہٰذا بہتان العظیم!**

اصل حقیقت کیا تھی؟ ۔۔۔حضورِ اکرم ﷺ نے پردہ فرمانے سے چند یوم قبل حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دیدی تھی کہ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی آپ ﷺ سے ملیں گی!الخصائص الکبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی نے حدیث بیان کی ہے:

''طبرانی وبیہقی رحمہما اللہ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے مرض میں بلایا اور ان سے راز کی کچھ دیر باتیں فرمائیں اور وہ رونے لگیں اس کے بعد ان سے کچھ دیر اور راز میں باتیں فرمائیں اور وہ ہنسنے لگیں پھر میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے پہلی مرتبہ تو یہ خبر دی کہ جبریل علیہ السلام ہر سال ہر رمضان میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کراتے تھے اور اس سال انہوں نے دو مرتبہ قرآن کا دور کرایا ہے اور مجھے خبر دی کہ کوئی نبی نہیں ہوا مگر اس کے بعد نبی آیا اور اس نے نصف عمر اس کے ساتھ گزاری اور نصف عمر اس کے بعد گزاری اور فرمایا: اے بیٹی! مسلمان عورتوں میں سے کوئی عورت مصیبت میں تم سے اعظم نہیں ہے تو تم صبر میں ادنیٰ عورت نہ ہونا۔اور دوسری مرتبہ جو مجھ سے راز میں گفتگو کی تو اس میں مجھے خبر دی کہ میں آپ کی اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ سے ملوں گی اور فرمایا تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو بجز اس کے جو مریم بنتِ عمران رضی اللہ عنہا سے تعلق رکھتی ہو، اس بنا پر میں ہنس پڑی''۔(۲۹)

اس مستند روایت کی موجودگی میں نہ تو یہ ممکن ہے کہ حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ایسے بین کیا ہو جیسے شاعر نے لکھا ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی پیاری بیٹی کو اس کے بچوں کی شادی کرنے اور ان کی دلہنوں کو اپنی لحدِ مبارک پر لانے کی تلقین فرمائیں۔بچوں کی شادی کا شوشہ تو خود شاعر نے اپنی ذہنی اختراع سے چھوڑا ہے۔ورنہ حضور ﷺ نے تو پہلے ہی بتادیا تھا کہ اولاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سنِ بلوغ کو پہنچنے سے قبل ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا چھوڑ دیں گی اور یقیناً ایسا ہی ہوا۔حضرت فاطمہ کا وصال ۱۱ھجری میں ہوگیا۔پھر ایسی خواہشات [بچوں کی شادی] کا اظہار زبانِ نبوت سے کروانا کس قدر قبیح اور لائق گرفت فعل ہے اس کا اندازہ راسخون فی العلمؒ ہی کو ہوسکتا ہے۔

۳۔مسئلۂ امتناعِ نظیر:

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے ''ملأ اعلیٰ پر حضور ﷺ کا اسم مبارک''۔اس عنوان کے تحت ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ہم وہ حدیث من وعن یہاں پیش کرتے ہیں:

''حاکم ،بیہقی اور طبرانی رحمہم اللہ نے ''صغیر'' میں اور ابونعیم اور ابنِ عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا سرزد ہوگئی تو انہوں نے التجا کی ''اے رب! بہ حقِ محمد ﷺ مجھے بخش دے''۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''تم نے محمد ﷺ کو کس طرح جانا؟'' عرض کیا:''جب تو نے میرے پتلے کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جان آفرینی کی، میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرشِ اعلیٰ کے ستونوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔تو میں نے جان لیا کہ جس ذاتِ اقدس کا نام نامی تیرے اسم گرامی کے ساتھ مکتوب ہے یقیناً وہ تیری بارگاہ میں دیگر ساری مخلوق سے اعلیٰ ومحترم ہوگا''۔

ربِّ عظیم نے فرمایا:''اے آدم!تم نے ٹھیک سمجھا۔اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو''۔حدیثِ قدسی ہے۔اللہ عزَّ وجل فرماتا ہے ''لولاك لما خلقت الافلاك''۔اس حدیثِ قدسی کے یہی معنی ہیں یعنی یہ تمام کائنات اور عالم اجساد صدقہ ہے وجودِ باجود جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کا''۔(۳۰)

گو بعض علماء نے اس حدیثِ قدسی پر کلام بھی کیا ہے تاہم نفسِ مضمون پر بیشتر کا اتفاق ہے۔راقم الحروف نے عربی ، فارسی اور اردو کے بیشتر شعراء کے ایسے اشعار دیکھے ہیں جن میں حضورِ اکرم ﷺ ہی کو حصر کے ساتھ ''وجہِ وجودِ کائنات'' لکھا ہے۔یہاں موقع نہیں ہے ورنہ ایسے سیکڑوں اشعار نقل کیے جاسکتے ہیں۔شعراء ، ادباء ، مغازی نویسوں ، سیرت نگاروں اور تاریخ دانوں کے اجماعی مسئلے کو اردو کے ایک شاعر ، بیدمؔ وارثی نے صوفیانہ شطح کے تحت ایک شعر لکھ کر متنازعہ بنانے کی ناکام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوشش کی۔قوال حضرات نے اس شعر کی تشہیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔میں نے وہ شعر بیدؔم وارثی کے دیوان میں نہیں پایا۔ہوسکتا ہے کسی اور نے ان سے منسوب کردیا ہو۔بہر حال وہ شعر منسوب بیدؔم وارثی ہی سے ہے۔رشید وارثی نے وہ شعر اپنے مضامین میں نقل کیا ہے۔شعر ہے:

بیدؔم یہی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات
خیر النساؑ، حسینؓ و حسنؓ، مصطفیٰؐ علیؓ (۳۱)

اس شعر میں حدیثِ قدسی کے برعکس حضورِ اکرم ﷺ کی ذات کے علاوہ چار اور مقدس ہستیوں کو ''مقصودِ کائنات'' قرار دیا گیا ہے۔گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ مقدس ہستیوں میں سے ایک تھے اور شعر میں مذکور ہستیوں میں سے چوتھے نمبر پر!میں اسے ''شرک فی النبوت'' کی مثال قرار دیتا ہوں۔رشید وارثی نے اپنی کتاب ''اردو نعت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے صفحات ۳۴ سے ۳۹ تک اس مسئلے پر اپنا موقف بیان کیا ہے اور اس شعر کی تائید میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن اپنی تحریر میں نہ تو مذکورہ بالا مفہوم کی کوئی حدیث ہی پیش کرسکے اور نہ ہی اس شعر سے ملتا جلتا شعر ہی انہیں حوالہ دینے کے لیے میسر آیا۔حد ہے کہ انہوں نے اپنا بھی کوئی شعر نقل نہیں کیا۔اس کے برعکس ان کی کتاب میں جا بجا اس حقیقت کا اظہار ہوا ہے کہ ''مقصودِ کائنات'' صرف اور صرف حضورِ اکرم ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۹ پر وہ لکھتے ہیں:

''باعثِ تخلیقِ کائنات، فخرِ موجودات، مظہرِ شان کبریا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ''**انک لعلیٰ خلق عظیم**''۔(۳۲)

اس اقتباس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ رشید وارثی نے بیدؔم وارثی کے شعر کی تعریف وتوصیف میں اور اس کے نفسِ مضمون کی صحت ظاہر کرنے میں زورِ قلم صرف تو کردیا لیکن خود ان کے لاشعور میں حقیقتِ محمدیہ ﷺ ٹھیک بیٹھی ہوئی ہے اسی لیے انہوں نے اپنی کتاب میں مقصودِ کائنات صرف حضور علیہ السلام کو جانا اور لکھا ہے۔

راقم الحروف کو اس شعر پر گفتگو کرتے ہوئے ۱۸۲۰ء میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کہی ہوئی ایک بات یاد آرہی ہے ڈاکٹر

الف۔د۔نسیم نے علامہ اقبال کی کتاب ''جاوید نامہ'' کی شرح میں لکھا ہے:

''برصغیر میں انگریزی دور کی چھتری کے تحت بعض ہندوستانی مسلمانوں نے جو طرح طرح کے

☆الا بذکر اللہ تطمئن القلوب وتحط الذنوب وبہ یرضیٰ علام الغیوب وبہ تفرج الکروب.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختلافی مسائل کھڑے کردیئے تھے ان میں سے ایک یہ مسئلہ رحمۃ للعالمین بھی تھا اور ایک عالم جن کا نام محمد اسمٰعیل تھا اس مسئلے پر خاص طور پر بحثیں کررہے تھے وہ چاہتے تھے جس طرح اللہ نئے جہان پیدا کرسکتا ہے نئے رحمتِ عالم بھی پیدا کرسکتا ہے۔ یہ اس کے لیے مشکل نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح کا اور پیغمبر پیدا کرنا اس کی قدرت میں ہے اس طرح ہر جہان کے لیے ایک الگ رحمتِ عالم ہوسکتا ہے۔ جبکہ قرآنِ نبیء کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہی جملہ عالموں کی رحمت قرار دیتا ہے۔ اس لیے کسی اور جہان میں کسی نئے رحمتِ عالم کے وجود کا ہونا ممکن نہیں۔ جہان چاہے لاکھوں ہوں رحمتِ عالم سب کے لیے صرف ایک ہی ہے جس کو خود خالقِ کائنات نے رحمۃ للعالمین یعنی جملہ جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے اور وہ ہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم"۔(۳۳)

غالبؔ نے بھی مولانا فضلِ حق خیرآبادی کے اصرار پر ایک مثنوی "امتناعِ نظیر" لکھی تھی۔ حالی نے یادگارِ غالب میں یہ پورا واقعہ بھی درج کیا ہے۔ وہیں غالبؔ کا یہ شعر بھی درج ہے:

"منشاءِ ایجادِ ہر عالم یکیست گر دو صد عالم بود خاتم یکیست (۳۴)

راقم الحروف نے بیدم وارثی کے مذکورہ شعر کو مسئلۂ امکانِ نظیر سے جوڑا تو روح کانپ گئی۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اس لیے "خاتم النبیین" کا منصب حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کی یکتائی کا مظہر ہے۔ محولہ حدیثِ قدسی بھی حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات ہی کو مقصودِ کائنات ٹھہراتی ہے۔ ان شواہد اور اجماعِ امت کے تناظر میں بیدم وارثی کا شعر عقیدے کے طور پر قبول کرلینا حضورِ اکرم ﷺ کی یکتائی کے تصور کو مجروح کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس لیے اس طرح کے خیالات سے شعراء، علماء اور سیرت نگاروں کو اجتناب کرنا چاہیے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے اصحاب یا ان کے قرابت داروں کی محبت لاکھ ابھارے، عقیدہ درست رہنا ضروری ہے۔ حضورِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مقام کو بڑھا کر اللہ کے مرتبے پر پہنچانا بھی گمراہی ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کے مرتبے کے برابر کسی اور کا مرتبہ ماننا بھی گمراہی ہے۔ نبیِ کریم کی شانِ یکتائی پر جس بات سے بھی حرف آتا ہو، وہ مرتبۂ رسالت کے استخفاف کا باعث ہوگی۔ اس لیے ہر نعت گو شاعر کا فرض ہے کہ ایسے خیالات منظوم کرنے سے اجتناب کرے اور ہر نقاد کا فرض ہے کہ ایسے خیالات جس بیت یا نظم میں نظر آئیں ان پر قرینے سے تنقید کرے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الفاظ کے استعمال میں احتیاط:

الفاظ کے استعمال میں عام بول چال میں بھی بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔شاعری تو کام ہی الفاظ کے استعمال کا ہے۔اس لیے اس فن کی آبیاری کے لیے شاعر میں الفاظ کو پرکھنے کی صلاحیت ہونا چاہیے۔الفاظ تو الفاظ ان کی شعر میں بُنت بھی درست ہونا ضروری ہے ورنہ بات کچھ کی کچھ ہونے کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے۔مولوی نجم الغنی رامپوری نے بحر الفصاحت میں لکھا ہے:

''ایک شاعر نے جہانگیر کی مدح میں ایک قصیدہ کہا تھا اور اس نے پڑھنا شروع کیا۔جیسے ہی کہ پیش مصرع مطلع کا پڑھا:

ع اے تاج دولت برسرت از ابتدا تا انتہا

فرمایا کہ تو عروض جانتا ہے؟ اور شعر کے وزن و تقطیع سے باخبر ہے؟ عرض کیا کہ مجھے یہ چیزیں معلوم نہیں۔فرمایا کہ اگر عروض دان ہوتا تو تیری گردن مروا دیتا۔

شاعر بیچارہ گھبرا گیا کہ کیا خطا واقع ہوئی۔مہربانی سے آگے طلب کر کے فرمایا کہ جب اس مصرع کی تقطیع کریں تو اس طرح وزن ہوگا:

اے تاجِ دو ''مستفعلن'' لت برسرت ''مستفعلن'' از ابتدا ''مستفعلن'' تا انتہا ''مستفعلن''۔''لت برسرت'' بدیُمن اور بد فال ہے۔شاعر کو ایسی چیزوں سے خبردار رہنا چاہیے''۔(۳۵)

جہانگیر بادشاہ کے لیے جو قصیدہ پڑھا گیا تھا اس میں لفظ غلط نہیں تھا صرف یہ عیب تھا کہ تقطیع میں ''لت برسرت'' آتا تھا جس کا مطلب ہے ''تیرے سر پر لات''۔اس مثال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شاعری میں نہ صرف لفظوں کا درست استعمال بڑا ضروری ہے بلکہ لفظوں کی ایسی تشکیل سے بھی بچنا ضروری ہے جن کی تقطیع کی جائے تو بات کچھ کی کچھ بن جائے۔

مجھے لفظوں کے غلط استعمال کی بہت سی مثالیں ملی ہیں لیکن ان مثالوں کو جمع کرنے سے مقالہ بیجا طوالت کا شکار ہوجائے گا۔اس لیے چند باتیں عرض کر کے اس باب کو ختم کرتا ہوں۔

اللہ کے ذاتی نام کے غلط تلفظ کی مثال:

قمر رعینی لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"[میں نے]لفظ اللہ کو فعلن کے وزن پر ا لاّ نہیں لکھا بلکہ اس میں اللہ کی ہائے ہوز کو واضح طور پر مفعول کے وزن پر باندھا ہے یعنی ع اللہ کو ا لاّ نہیں اللہ کہا(۳۶)

مجھے بھی اس بات پر اصرار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کو مخفّف نہیں کرنا چاہیے، چاہے شعری ضرورت کچھ ہی کیوں نہ ہو، اس فعلِ قبیح سے بچنا لازمی ہے۔اللہ کا لفظ پانچ حرفی ہے(بروزن مفعول) اوراس کا ہر لفظ پورا پڑھا جاتا ہے۔اس لیے اسے کسی طور چار حرفی (بر وزن فعلن) بنا کر نہیں لکھنا چاہیے۔

لفظِ "کبریا" کا بے محل استعمال:

کبریا کا لفظ ہمارے ہاں بڑے بڑوں نے "اللہ" کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہے۔شعراء نے کبھی اس طرف دھیان نہیں دیا کہ "کبریا" کو پہلے پہل جس نے بھی اللہ کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہوگا اس نے عربی قاعدے سے ناواقفیت کی بنا پر یا اپنے غلط اجتہاد کی بنا پر ایسا کیا ہوگا۔حالانکہ یہ صرف صفت ہے اسمِ صفت نہیں ہے۔قرآنِ کریم میں یہ لفظ صرف دو بار آیا ہے۔سورۂ یونس اور الجاثیہ میں:

۱۔وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ط ۲۔وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ص

۱۔اور حاصل ہو جائے تم دونوں کو سرداری اس ملک میں۔(۳۷)

۲۔اوراسی کو سزاوار ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں۔(۳۸)

قرآن کریم کی درج بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کبریا بڑائی کو کہتے ہیں "بڑے" کو نہیں۔اللہ کے لیے "اکبر" بھی اسمِ ذات (اللہ) کے ساتھ کہا جاتا ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ یہ غلطی اتنی عام ہوئی کہ اردو لغت بورڈ ، کراچی ، میں بھی "کبریا" کے معنی خدا تعالیٰ کے صفاتی نام کے ہی دیئے ہیں۔حالانکہ اسی لغت میں اس لفظ کے معنی بزرگی، عظمت ، شان وشوکت ، جاہ وجلال ، قدرت اور فضیلت بھی رقم ہیں اور میر کا یہ شعر بھی درج ہے جو اس لفظ کے بالکل درست استعمال کی طرف اشارہ کررہا ہے:

"میر ناچیز مشتِ خاک اللہ ان نے یہ کبریا کہاں پائی"(۳۹)

ان حقائق کی روشنی میں "کبریا" کو اللہ کے صفاتی نام کے طور پر برتنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ... ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میٹھے نبی ﷺ:

ایک صاحب نے بلا سوچ سمجھے حضورِ اکرم کے لیے میٹھے نبی ﷺ کی ترکیب استعمال کی۔میٹھا، اشیاء کی شیرینی کے لیےتو استعمال ہوتا ہے۔افراد کے لیے اس کے استعمال میں خوبی کے بجائے ذم کا پہلو ہے۔اللہ رب العزت نے قرآنِ کریم میں لفظ''راعنا'' کے استعمال کی ممانعت کے ذریعے واضح فرمان جاری کردیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کیا جائے جو''ذومعنی'' ہواور جس میں اچھائی اور برائی کے دونوں معنی پائے جاتے ہوں۔اس لیے میٹھے نبی ﷺ کہنا بھی حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے۔پہلے مطلع ملاحظہ فرمائیں:

''عرشِ علیٰ سے اعلیٰ میٹھے نبی ﷺ کا روضہ ہے ہر مکاں سے بالا میٹھے نبی ﷺ کا روضہ''(۴۰)

جس نعتیہ غزل کا مطلع اوپر درج کیا گیا ہے اس کے بارہ اشعار ہیں۔اس طرح ''میٹھے نبی ﷺ'' کی ترکیب تیرہ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔اب لفظ''میٹھے'' کے وہ استعمالات ملاحظہ فرمایئے جو افراد کے لیے ہوں تو کیا معانی دیتے ہیں:

میٹھا: ا۔(کنایۃً) وہ شخص جس کی باتیں اور حرکتیں عورتوں کی سی ہوں،زنان منتری، زنانہ، زنخا، ہیجڑا(فرہنگِ آصفیہ)

۲۔میٹھا ٹھگ:میٹھی میٹھی باتیں بنا کر ٹھگنے والا یار، دغا باز، بددیانت، چھوٹا دوست، بے ایمان دوست؛ ٹھگوں کے اس فرقے کا آدمی جو میٹھا تیلیا(ایک زہر) کھلا کر مسافروں کو لاک کرتا اور لوٹ لیتا ہے، میٹھے والا(پلیٹس؛فرہنگِ آصفیہ؛مخزن المحاورات)۔۳۔میٹھی چھری: ا۔(مجازاً) دشمن نما دوست، وہ شخص جو دوستی کے پیرائے میں دشمنی کرے، وہ شخص جو بظاہر دوست اور بباطن دشمن ہو، ظاہر میں خوشنما اور اصل میں مضرت رساں۔ (۴۱)

اس میں کچھ شک نہیں کہ''میٹھا'' اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو حلیم الطبع، بردبار، دھیمے مزاج کا آدمی ہواور جسے جسے غصہ نہ آئے۔لیکن یہ بات طے ہے کہ جس لفظ میں برائی کا کوئی پہلو پوشیدہ ہو وہ خیرالبشر جنابِ رسول اللہ، علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال کرنا بے ادبی اور روحِ قرآن کے منافی ہے۔چنانچہ اس لفظ کے استعمال سے ازحد گریز کی ضرورت ہے۔

مدینہ منورہ کے لیے یثرب کا استعمال:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضورِ اکرم ﷺ کے ورودِ مسعود سے قبل جو شہر ''یثرب'' کہلاتا تھا وہ آپ ﷺ کی آمد کے بعد ''مدینۃ النبی ﷺ'' ہوگیا۔اس لیے نعت گوشعراء کے لیے یثرب کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں۔پھر اس لفظ کے معانی بھی اچھے نہیں ہیں۔بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کو ''یثرب'' کہنے کی ممانعت آئی ہے۔اس موضوع پر رشید وارثی کی کتاب میں ایک تفصیلی مضمون بعنوان ''مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت'' ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔(۴۲)

قرآن کریم میں سورۂ احزاب [۳۳] کی آیت نمبر ۱۳ میں لفظ یثرب ، منافقین کے قول کے طور پر آیا ہے:

وَاِذْقَالَتْ طَّآ ئِفَۃٌ مِّنْھُمْ یٰٓاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ (اور جب کہ ان (منافقوں) کی ایک پارٹی (یعنی اوس بن قبطی اور اس کے ساتھیوں) نے کہا۔اے یثرب والو!(یہاں) یہاں تمہارے قیام کا کوئی موقع نہیں۔(۴۳)

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیری حاشیے میں لکھا:

بغوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا: یہ طابہ ہے۔حضور ﷺ نے مدینہ کو یثرب کہنا اس لیے پسند نہیں فرمایا کیوں کہ یثرب کا لفظ ثَرَبَہٗ ، یَثْرِبُہٗ

اور ثَرَّ بَہٗ اور ثَرَّبَ عَلَیْہِ اور اَثْرَبَہٗ سے مشتق ہے(یعنی مادہ سب کا ایک ہے لیکن استعمال فَعَلَ یَفْعَلُ اور تَفْعِیْل اور افعال سے ہوتا ہے)اور ثرب ہو یا اثراب یا تثریب سب کا معنی ہے ملامت کرنا، عار دلانا،کسی جرم پر ذلیل کرنا اور مُثْرِبْ اس شخص کو کہتے ہیں جو بخشش میں دراز دست نہ ہو۔قاموس۔(۴۴)

نبیِ اکرم ﷺ کو شہنشاہ کہنا:

بخاری شریف میں ''باب ابغض الاسماء الی اللہ تبارک وتعالیٰ'' کے تحت ایک حدیث آئی ہے:

''قال قال رسول اللہ ﷺ اخنی الاسماء یوم القیٰمۃ رجل تسمی ملک الاملاک''

(حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ نام اس شخص کا ہوگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو''ملک الاملاک'' کہلاتا ہوگا۔ ملک الاملاک کے معنی''شاھانِ شاہ'' لکھے ہیں۔(۴۵)

اصحاب النبی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے برابر مرتبہ پانے کا بیان:

شاعر کا خود کو کسی طرح بھی نبی ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ وعلیہم اجمعین کے برابر سمجھنا یا لکھنا انتہائی بے ادبی ہے۔صحابیت کا رتبہ جن کے نصیب میں تھا انہیں مل چکا اب کوئی بھی یہ رتبہ نہیں پاسکتا۔امت کا بڑے سے بڑا ولی بھی یہ دعویٰ کرے تو اسے ہم صرف اورصرف شطحیات کے ذیل میں رکھیں گے۔مثال کے طور پر ایک شاعر نے کہا:

''قریبِ حضرتِ محبوبؐ داور ہوتے جاتے ہیں

بقا اب آپ سلمانؓ وابوذرؓ ہوتے جاتے ہیں''(۴۶)

اس شعر میں جو دعویٰ ہے وہ روحانی واردات کے لحاظ سے کتنا ہی سچا کیوں نہ ہو،شعر بہر حال مبالغہ آمیز ہی تصور کیا جائے گا اور شاعر کا دعویٰ ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ دیگر شعراء کو بھی مشورہ دیا جائے گا کہ اس قسم کے مبالغے سے اجتناب کریں۔نقادانِ فن بھی ایسے اشعار پر گرفت کریں گے۔

روزِ جزا کی پرسش سے بے خوفی:

نبیِ اکرم ﷺ کی طرف سے روزِ جزا اپنے امتی کی شفاعت کرنے کا معاملہ صدفی صد اللہ کے''اذن'' پر منحصر ہے۔اللہ رب العزت نے خود فرمادیا ہے:

''مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ م بَعْدِ اِذْنِهٖ ط'' (۴۷)

''نہیں ہے کوئی شفاعت کرنے والا مگر بعد اس (اللہ) کی اجازت کے''

ایسی صورت میں کسی شاعر کا یہ کہنا کہ میری شفاعت تو ہو ہی جائے گی اس لیے مجھے روزِ جزا کی پرسش کا کوئی خوف نہیں ہے، بہت بڑی جسارت ہے۔امید بڑی اچھی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ نے ناامیدی سے منع بھی فرمایا ہے۔لیکن کسی تصور کو قطعیت کے ساتھ اس طرح شعری بنت میں لانا کہ قیامت سے امت کے گناہگار بے خوف ہوجائیں، قطعی مناسب نہیں ہے۔مثال کے طور پر ایک شعر کی تضمین کے تین مصرعے اور وہ شعر،یعنی خمسے کا ایک بند پیشِ خدمت ہے:

''گنہ کا غم نہیں حافظ، خطا کا غم نہیں حافظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہلال اعمالِ بد کی انتہا کا غم نہیں حافظ

یہ دنیا ہو کہ عقبیٰ ہو سزا کا غم نہیں حافظ

مجھے کچھ پرسشِ روزِ جزا کا غم نہیں حافظ

کرم سرکار کا غالب ہے میرے بارِ عصیاں پر'' (۴۸)

۷۔ شاعرانہ تعلی:

شعری ادب میں شاعرانہ تعلی کا پایا جانا ایک معمول کی بات ہے۔لیکن نعت میں تعلی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔اس شعری وادی میں داخل ہونے والوں کو یہاں کے تقدس کا احساس ہوتا ہے یا ہونا چاہیے اس لیے یہاں بڑے بڑے شعراء اپنے اشعار میں عجز کا اظہار کرتے ہیں۔ہم نے شاعرانہ عجز کے کچھ نمونے اپنے مقالے میں پیش کردیئے ہیں اس لیے یہاں ان اشعار کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔البتہ بعض نعت نگاروں سے اس مقدس صنف سخن کی تخلیق کے حوالے سے بھی تعلی کے مضامین باندھنے کی جسارت کی ہے۔اس سلسلے میں اگر اعتدال سے کام لیا جائے تو توفیقِ مدح مصطفےٰ ﷺ حاصل ہونے پر کچھ فخر کیا جاسکتا ہے،لیکن بعض شعراء کے یہاں تعلی کا ویسا ہی شاعرانہ غرّا ٹپکتا ہے جیسا کہ غالب کے درجِ ذیل شعر سے مترشح:

''ما نہ بودیم بدیں مرتبہ راضی غالبؔ شعر خود خواہشِ آں کرد کہ گردد فنِ ما''

(اے غالب، ہم تو اس مقام ومرتبے (شاعر ہونے) پر راضی نہ تھے۔خود شاعری نے یہ خواہش کی کہ وہ ہمارا فن بن جائے)۔(۴۹)

رشید وارثی کی کتاب میں ''اردو نعت اور شاعرانہ تعلی'' کے عنوان سے ایک بھرپور مضمون موجود ہے۔لیکن اس میں انہوں نے شعری مثالیں دیتے ہوئے شعراء کے نام حذف کردیئے ہیں۔بہرحال اس موضوع پر ان کی تحریر لائق مطالعہ ہے۔رشید وارثی نے تخلص حذف کرکے ایک شعر نقل کیا ہے، جسے یہاں مثال کے طور پر مع ان کے تبصرے کے پیش کیا جاتا ہے:

''خود بینی وخودستائشی انسان کو کس قدر خود فریبی میں مبتلا کردیتی ہے،اس کا اندازہ تعلی پر مبنی اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے:

(تخلص) شرف ملا ہے یہ نعتِ رسولؐ سے

☆الا بذکر الله تطمئن القلوب وتحط الذنوب وبه یرضی علام الغیوب وبه تفرج الکروب.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس جا ہے ان کا نام، وہیں تیرا نام ہے''(۵۰)

اعجاز رحمانی کا ایک شعر ہے:

''کوئی حسانؓ ہے کوئی اعجاز ہے
کیسے کیسے ہیں مدحت سرا آپؐ کے''(۵۱)

اس شعر پر ذرا غور فرمایئے کہ شاعر موصوف نے خود کو صحابی اور شاعرِ رسول ﷺ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے برابر ظاہر کرکے یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ کیسے کیسے اچھے، معتبر، بڑے، قادرالکلام اور عظیم شعراء، آپ ﷺ کی مدحت میں مصروف ہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ کی مدح سرائی کی توفیق مل جانا ایک بہت بڑی سعادت ہے لیکن کسی شاعر کو اس دربار میں اس طرح کی تعلّی کی جسارت قطعی نہیں کرنی چاہیے۔ شاعر نعتیہ شاعری کرکے پیروِ حسانؓ ضرور ہوگیا ہے لیکن حضرت حسانؓ کا ہم مرتبہ نہ ہوا ہے، نہ ہوسکتا ہے۔ اس شعر میں ''آپ ﷺ'' کی ضمیر کو ''تخاطب'' سمجھا جائے تو بات انتہائی درجہ گستاخی آمیز ہوجاتی ہے۔ کیا حضورِ اکرم اپنی مدح کے سلسلے میں کسی شاعر کے محتاج ہیں؟۔۔۔ کیا خالقِ کائنات نے ان کی توصیف قرآن میں کچھ کم بیان کی ہے؟۔۔۔ کیا حضرتِ حسانؓ نے کبھی کوئی تعلّی آمیز شعر کہا تھا؟۔۔۔ سارے سوالوں کا جواب نفی میں ہے۔ پھر ایک ادنیٰ شاعر کو ایک عجمی زبان میں کچھ نعتیہ اشعار کہہ لینے پر ایسے ہی بغلیں بجانی چاہئیں؟۔۔۔ بہر حال دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ رب العزت شاعر کو توبہ کی توفیق بخشے (آمین)۔

خلاصہء کلام:

اس مقالے کے کل آٹھ باب ہیں۔ الحمدللہ ان سطور کے ساتھ ہی وہ آٹھ ابواب مکمل ہوگئے! آخری باب میں ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ نعتیہ شاعری کی تنقید کے لیے کچھ اصول مرتب کردیئے جائیں۔ چنانچہ ہم نے مختصراً کچھ اصول بھی لکھ دیئے اور جن باتوں سے نعتیہ شاعری میں معائب پیدا ہوتے ہیں حتی الوسع ان کا بھی احاطہ کرنے کی سعی کی۔ محاسنِ سخن کا تفصیلی ذکر بھی کیا جاسکتا تھا۔ لیکن طوالت سے بچنے کے لیے یہ کام نقادوں پر چھوڑنا پڑا، ورنہ مثالوں ہی سے مقالے کا حجم بہت بڑھ جاتا۔ اچھی شاعری کا آدرش رکھنے والے نقاد، خود ہی محاسنِ سخن کی روشنی میں اشعار کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحسین کر سکتے ہیں ۔علاوہ ازیں معائبِ سخن کی نشاندہی کے لیے جو چند اشارے ہمارے مقالے میں آئے ہیں مستقبل کے نقاد ان باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی آراء کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اس مقالے میں شاعری کے معائب کی صورت حال بھی تکمیلیت کے درجے کی نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔جس طرح سوچنے والے ذہن ان گنت ہیں اور شعراء لا تعداد، اسی طرح کلام میں محاسن پیدا ہونے کے امکانات اور معائب کے درآنے کے احتمالات بھی حدوشمار سے بالا ہیں۔اس لیے نقاد کو، پیشِ نظر متن (Text) پر ہر زاویئے سے غور کرنا چاہیے۔تنقیدی دبستانوں میں سے جس تنقیدی دبستان سے بھی نقاد کی ذہنی مناسبت ہو، اسی دبستان کے اصولوں کو تنقید میں برت سکتا ہے۔تنقیدی دبستانوں کا تفصیلی ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں ہے۔البتہ ہم نے نقادوں کی تنقیدی آراء کو دبستانوں کی حدود میں رکھ کر دیکھنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ہوسکتا ہے مستقبل میں کوئی باہمت اور باصلاحیت ناقد نعتیہ شعری سرمائے کو مختلف تنقیدی زاویوں سے پرکھنے کا کام زیادہ خوش اسلوبی سے انجام دے سکے!

نقاد کے لیے معروضیت شرطِ اول ہے:

نقاد کے لیے اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ وہ شاعری پرکھتے ہوئے انتہائی معرضیت (Objectivity) سے کام لے۔یہ نہ ہو کہ کسی شناسا یا با اثر شاعر کی نعتیہ شاعری اس کو ہر عیب سے پاک نظر آئے اور کسی اور کی شاعری میں اسے صرف کیڑے نظر آئیں۔اسے تو ہر حال میں کھرے کو کھرا اور کھوٹے کو کھوٹا ہی کہنا پڑے گا۔نعتیہ شاعری کو اگر قرآن و حدیث، تاریخ و سیئر کے مضامین سے مطابقت کی میزان پر تولا جاتا ہے تو یہ پیمانہ ہر شاعر کے لیے استعمال کرنا ہوگا۔اس ضمن میں کسی بزرگ، کسی ولی اور کسی قطب کی رعایت نہیں کی جائے گی۔البتہ بعض معاملات کو ''شطحیات'' کے ذیل میں رکھ کر دیگر شعراء کو اس شطح آمیز شاعری کے مافیہ (Content) کو اپنانے سے گریز کی دعوت دی جاسکتی ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ نقاد صرف شعر کے متن (Text) پر بات کرے، شاعر کی ذات پر گفتگو کرنے کا اسے قطعی حق نہیں ہے، نہ

محاسن شخصیت بیان کرنے کی غرض سے، نہ عیب چینی کے خیال سے۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماخذ و منابع:

(نوٹ: گزشتہ ماہ شائع ہونے والی قسط اول کے آخر میں حوالہ جات شائع ہونے سے رہ گئے تھے، اس بار دونوں قسطوں کے یکجا شائع کئے جارہے ہیں زحمت پر معذرت کے ساتھ)

۱۔ Kalim-ud-din Ahmad,The Meaning of Criticism,(National Book Foundation, Islamabad,First Edition 198,) page 21.

۲۔ Ibid Page 11

۳۔ حرف حرف خوشبو، ص ۱۸

۴۔ روشنی ہی روشنی، ص ۲۳

۵۔ کلیاتِ میر تقی میر

۶۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، نعت...... ''موضوعِ محض'' سے ''معجزہ فن'' تک، مشمولہ نعت رنگ ۲۲، کراچی، ستمبر ۲۰۱۱۔ ص ۱۱

۷۔ امام حاکم، المستدرک، ج اول، ص ۱۱۵

۸۔ القرآن ۲:۴۹

۹۔ رزمی جے پوری، جواہر النعت، (فیڈریل بی ایریا، کراچی) ۱۹۸۱ء، ص ۶۲

۱۰۔ حبیب الرحمٰن صدیقی، علامہ، کاندھلوی ''مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت، حصہ اول''، (الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، مکان نمبر ۳۔ ۷۔ اے، بلاک نمبر ۱، ناظم آباد، کراچی) س۔ ن۔ ص ۲۲۳

۱۱۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، ج دوم، (مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور) جون ۲۰۰۶ء، ص ۹۵

۱۲۔ القرآن ۱:۱۷

۱۳۔ القرآن النجم آیات ۱۶ تا ۱۸

۱۴۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ج پنجم، ۲۵

۱۵۔ ہلال جعفری، کشکولِ ہلال، (بزم شعر و ادب، اسلام آباد)، ستمبر ۲۰۰۰ء، ص ۲۴۰

۱۶۔ ایضاً ص ۲۳۸

۱۷۔ قمر رعینی، ولائے رسول ﷺ، (کتاب ساز پبلی کیشنز، راولپنڈی کینٹ) اشاعت اول رجب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المرجب ۱۴۲۳ھ، ص ۸۹

۱۸۔ بقا نظامی عظیم آبادی، شہپرِ جبرئیل، (مطب المرکز شفا، فیڈرل بی ایریا، کراچی) جنوری ۱۹۹۲ء، ص ۱۰۹

۱۹۔ القرآن ۶: ۴۱

۲۰۔ احادیثِ قدسیہ، مکتبہ رحمانیہ (اردو بازار، لاہور) س۔ن۔ ص ۱۴

۲۱۔ ظہور الحسنین شاہ، سید، ظاہر یوسفی

تاجی، (ناشر محمد سعید خاں نور بھائی جعفر بھائی، مشن روڈ، کراچی) ۱۹۶۲ء، ص ۵۱

۲۲۔ شہپرِ جبرئیل، ص ۸۴

۲۳۔ جلال الدین سیوطی، امام، الخصائص الکبریٰ فی معجزات الوریٰ، ج اول (مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ، لاہور) ۲۰۰۶ء، ص ۱۸۰

۲۴۔ غوث متھراوی، بلاوہ، (ڈیفینس اتھارٹی فیز فائیو، ایکس ٹینشن، کراچی) نومبر ۱۹۹۲ء، ص ۵۵

۲۵۔ عندلیب شادانی، ڈاکٹر، دورِ حاضر اور غزل گوئی، (شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور) ۱۹۵۱ء، ص ۹۷

۲۶۔ عطار، محمد الیاس، مغیلانِ مدینہ، (مکتبہ المدینہ، شہید مسجد، کھارادر، کراچی) س۔ن۔ ص ۴۱

۲۷۔ شاہ محمد ذوقی، سرِّ دلبراں، (محفل ذوقیہ، ناراتھ کراچی) طبع پنجم ۱۴۱۸ھ، ص ۲۳۲

۲۸۔ نسیم امروہوی، مسدس نسیم مشتمل بر نعت و رحلت رسول کریمؐ، (ناشر سید علی امروہوی، فیڈرل بی ایریا کراچی) س۔ن۔ ص ۸۷

۲۹۔ الخصائص الکبریٰ، ج دوم، ص ۵۸۶

۳۰۔ ایضاً ج اول ص ۵۱

۳۱۔ رشید وارثی، اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، شریعت اسلامیہ کے تناظر میں، (نعت ریسرچ سینٹر، کراچی) اپریل ۲۰۱۰ء، ص ۳۱۱

۳۲۔ ایضاً ص ۴۹

۳۳۔ ا۔د۔ نسیم، ڈاکٹر، شرح جاوید نامہ، (شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور)، س۔ن۔ ص ۱۷۷

۳۴۔ حالی، مولانا الطاف حسین، یادگارِ غالب، (خزینۂ علم و ادب، اردو بازار، لاہور) ۲۰۰۲ء، ص ۸۰

۳۵۔ نجم الغنی رامپوری، مولوی، بحر الفصاحت، حصہ دوم، (مجلس ترقیِ ادب، لاہور) طبع دوم دسمبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۰۰۶ء،ص ۸۵
۳۶۔قمر رعینی، ولائے رسول ﷺ،ص ۲۴
۳۷۔القرآن ۷۸: ۱۰
۳۸۔القرآن ۳۷: ۴۵
۳۹۔اردولغت، (اردولغت بورڈ، کراچی)
۴۰۔مغیلانِ مدینہ،ص ۳۵
۴۱۔اردولغت
۴۲۔اردونعت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،ص ۲۱۷
۴۳۔القرآن ۱۳: ۳۳
۴۴۔تفسیر مظہری، جلد نہم،ص ۲۲۵
۴۵۔صحیح بخاری
۴۶۔شہپرِ جبرئیل،ص ۱۲۵
۴۷۔القرآن ۳: ۱۰
۴۸۔کشکولِ ہلال،ص ۲۳۱
۴۹۔غالب،کلیاتِ غالب (فارسی) مع شرح، (مکتبہ دانیال، لاہور) ۲۰۰۴ء،ص ۲۳
۵۰۔اردونعت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،ص ۲۵۶
۵۱۔اعجاز رحمانی، چراغِ مدحت، (قومی ادبی سوسائٹی پاکستان، کراچی، نارتھ کراچی) ۱۹۹۶ء،ص ۱۱۸

فحاشی کی جامع تعریف
اور
اس کے انسداد کے لیے عملی تجاویز

ملی مجلس شرعی

کیمپ آفس: 180 پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور 54570

فون نمبر/ای میل 0300-4354673، ermpak@hotmail.com

© rasailojaraid.com